سانحہ اسلام آباد کے کردار

اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو خوشی اور غم کے ملے جلے جذبات سے مزین فرمایا ہے۔ کیونکہ ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے ایک آزمائش بھی ہے اور حقیقی و اصلی زندگی کو سنوارنے کا موقعہ بھی۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنی اخروی و دائمی زندگی کے لیے دنیا کی عارضی زندگی کو قربان کر دیتے ہیں اور وہ شخص انتہائی بدنصیب ہے جو دنیا کے وقتی اور قلیل مدتی عیش و آرام کی خاطر آخرت کی زندگی کو برباد کر لیتا ہے اور ذلت و رسوائی' عذاب' تکلیف اور سزا اُس کا مقدر بن جاتی ہے اور وہ ہمیشہ کے سکون' آرام اور دائمی و بے مثال نعمتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ لیکن آپ اُس شخص کی بدقسمتی کا اندازہ لگائیں کہ جو دنیا کی خاطر آخرت کو برباد کرتا ہے' لیکن اُس کو دنیا میں بھی عزت نصیب نہیں ہوتی بلکہ بے عزتی' غم' پریشانی' مصائب و مشکلات اس کی زندگی کا لازمی جزء قرار پاتے ہیں۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو اپنے گرد و پیش سینکڑوں ایسے واقعات کا مشاہدہ کرتے ہیں' جن میں ان کے لیے ہزاروں عبرت کے نشان اور نصیحت کے دلائل موجود ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ سمجھنے اور سنبھلنے کی بجائے تباہی کے گڑھے میں گرتے چلے جاتے ہیں۔ اس قسم کی صورتحال کا نظارہ اور سامنا جس قدر ہمیں موجودہ حکومت کے آٹھ سالہ دورِ اقتدار میں ہوا ہے' پاکستان کی سیاسی تاریخ میں شاید اس کی مثال ناممکن ہو کہ جہاں ایمان' اخلاقیات' کردار' ہمدردی' سچائی' غیرت' شرم و حیاء جیسی نعمتوں سے تو ہمارے حکمران تہی دامن تھے ہی لیکن صدیوں سے مستعمل ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی و مفہوم بھی ہوس گیری اور مفاد پرستی کی بھینٹ چڑھا دیئے گئے اور شاید سیاست کا حمام ہے ہی ایسا کہ اس میں جو بھی داخل ہوتا ہے وہ بے ننگ و نام ہو جاتا ہے اور پھر اس میں مذہبی و غیر مذہبی کی تقسیم شاید سوائے اپنے آپ کو فریب دینے کے اور کچھ نہیں رہتی۔

قارئین ذی وقار! یقیناً آپ اپنی زندگی میں ایسی صورتحال کا کئی بار مشاہدہ کر چکے ہوں گے اور ایسی کیفیت کو محسوس بھی کیا ہوگا' جیسا میں نے عرض کیا کہ موجودہ حکمرانوں کا دورِ اقتدار و حکومت ایسی صورت حال سے ہی مزین ہے۔ لیکن میں اپنے خواندگانِ محترم کو بہت دور لے جانے کی بجائے سامنے کے حالات کو بطور تمثیل پیش کیے دیتا ہوں۔ اس سے پہلے یہ جملہ تو کئی بار سنا تھا کہ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا' لیکن جو حالات اور حکمران اس وقت ہم بھگت رہے ہیں اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا اسی طرح سیاست کی آنکھ شرم و حیاء سے بھی خالی ہے۔

آپ ذرا غور کیجیے کہ جن لوگوں نے ایک لمبا عرصہ اسٹیبلشمنٹ کی خدمت اور نوکری کی اور اسی خدمت میں مصروف جان تک بار دی' لیکن جب وہ اسٹیبلشمنٹ سیاست میں وارد ہوتی ہے تو وہ اپنے ان ہی خواہوں سے نہ صرف نظریں پھیر لیتی ہے بلکہ اپنی ضرورت اور سیاسی بقا کے لیے معاشرے میں انہیں گالی بنا دینے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ آپ غور کیجیے کہ سانحہ اسلام آباد میں حکمرانوں نے جو زبان استعمال کی یا جو کردار ادا کیا' وہ سیاست کی اس تعریف پر کس قدر پورا اترتا ہے "کہ نہ اس کے سینے میں دل ہے نہ آنکھوں میں شرم"۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے ذمہ داران سے کچھ غلطیاں ہوئیں اور کچھ ان کے کرم فرماؤں کی طرف سے ان سے کروائی گئیں' لیکن اس سارے بحران میں اس بحران کے کرداروں اور تعلق داروں کا رویہ انسانیت کے لیے کلینک کا ٹیکہ ہے۔

آیئے ان چند سطور میں ان تمام کرداروں کا سرسری جائزہ لیتے ہیں۔ اس سانحہ میں سب سے اولین ذمہ دار تو حکومت ٹھہرتی ہے کہ پہلے اُس نے اپنے فائدے کے لیے یہ ایشو کھڑا کیا اور وقتاً فوقتاً حسب ضرورت اس کو استعمال بھی کیا لیکن جب یہ پانی سر سے گزر گیا اور واپسی کے تمام راستے مسدود ہو گئے اور اس ایشو سے مزید کوئی فائدہ اٹھانا ممکن نہ رہا تو اس بھیانک انداز سے اس کا خاتمہ کیا گیا کہ جس سے انسانیت تو شرمندہ ہوئی ہی ہے' شاید اس کے تصور سے پتھر بھی لرز جائیں کہ کم و بیش تین چار ہزار چھوٹی بڑی جانیں ایک ایسی عمارت میں موجود ہیں' جہاں گرمی اور حبس کے شدید موسم میں بجلی' پانی بند اور تمام بنیادی سہولتیں ناپید ہیں' خوراک کی قلت پھر اس پر مستزاد بارود کا دھواں اور بدبو کس قدر اذیت ناک زندگی کے وہ دن' جن کا شور' گھن گھرج پوری دنیا میں سنائی دیتی ہے' مگر ہم اُسے "ایریشن سائلنس" کا نام دیتے ہیں' پھر اس سے بھی بدترین درندگی کا مظاہرہ کہ ہزاروں جانیں ہلاک کرنے کے بعد ان کے جسموں کو بارود کی آگ سے جلا دینے یا چیتھڑے اڑا دینے کے بعد جس سفا کی سے ان کی باقیات اور لاشوں کو ٹھکانے لگایا گیا ہے وہ انسانیت کے چہرے پر ایسی سیاہی ہے' جسے شاید کبھی بھی دھویا نہ جا سکے۔ پھر اس کعبہ کی بیٹی کہ جس کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر جنرل پرویز مشرف کو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنے کا فخر ہے حالانکہ یہ کام شاید ابوجہل اینڈ کمپنی نے اس سے بہتر انداز اور کثرت سے کیا ہوگا' لیکن وہ اپنے کرتوتوں کی بناء پر عذاب الٰہی سے نہ بچ سکے اور پھر جنرل صاحب اس بات پر ہی غور کر لیتے' ان کے "نانا" نے اسی کعبہ کو دشمنوں سے واگزار کروانے کے لیے کس عظمت و بلندی کردار کا مظاہرہ فرمایا تھا۔ جی ہاں اس کعبہ کی بیٹی کی حرمت کو بُش جیسے درندے کے کرائے کے ٹٹوؤں نے نہ صرف پامال کیا' بلکہ اس کا مذاق بھی اڑایا گیا۔ پھر وہ کتاب قرآن مجید جسے اللہ تعالیٰ نے جنرل کے "نانا" پر لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا تھا' اُسے ندی نالوں میں پھینکا گیا (جس کی خبر اور تصاویر بھی اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں)

قارئین ذی وقار! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ خونی سانحہ حکمرانوں' خصوصاً پرویز مشرف نے اپنی بقاء اور کچھ وقتی مفادات کے حصول کے لیے برپا کیا۔ اب پتہ نہیں یہ ان کے لیے کس حد تک مفید یا معاون ثابت ہوتا ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک تو جنرل صاحب سپریم کورٹ میں مشہور ریفرنس کیس کہ جس نے پرویز مشرف حکومت کے تمام نفس ناطقوں کے ناک میں دم کر رکھا تھا' میں ریلیف حاصل کرنا چاہتے تھے کہ قوم کو کسی نئے بحران میں مصروف کر کے عدالتی بحران سے توجہ ہٹائی جائے جو لوگ اس ریلیف کے لیے کراچی میں 48 لاشیں گرا کر تحقیقات سے بھی انکار کر دیں ان سے یہ کیسے بعید ہے فافہم و

تدبر۔اور دوسرا چونکہ جنرل صاحب انہی موجودہ اسمبلیوں سے وردی سمیت منتخب ہونے کا منہ بنائے بیٹھے تھے‘ مگر عالمی سطح پر عموماً اور مغربی پریس میں خصوصاً ایک ایسا محاذ قائم ہو چکا تھا جس میں شدید خطرہ تھا کہ جنرل کے رنگ میں بھنگ پڑ سکتی ہے اور ان کی امیدیں اور خواہشات نالۂ کی نذر ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ اپنے مغربی آقاؤں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اس کو ڈھال بنایا گیا کہ آپ کا یہ......... آپ کے لیے کس قدر ناگزیر ہے کہ اگر میں نہ رہا تو دیوار کے اس پار اپنا انجام دیکھ لو یا نوشتہ دیوار پڑھ لو۔

قارئین! اس قسم کی چند ایک اور ضرورتیں بھی تھیں جو ایسے کسی خونی سانحہ کا تقاضا کرتی تھیں‘ لیکن شاید میں ان سطور میں انہیں تحریر کرنا مناسب نہیں سمجھتا یا کر نہیں سکتا؟ انہی سطور میں تلاش کرنے کی کوشش کیجیے۔ اس سانحہ کا دوسرا کردار تو غازی برادران تھے‘ جن میں سے کچھ تو جان کی بازی ہار چکے ہیں‘ جن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اب نہ تو ان کے کردار پر بحث مناسب ہے اور نہ ہی انہیں کوئی مشورہ دیا جا سکتا ہے۔ جو زندہ ہیں‘ ان کے متعلق کچھ عرض کرنا ان حالات میں ان کے زخموں کو کریدنے کے مترادف ہے۔ اس لیے یہ بھی مناسب نہیں۔ کچھ باتیں تو ان شاء اللہ ان کی سمجھ میں آ چکی ہوں گی اور کچھ حالات کے ساتھ ساتھ۔ جب یہ ہنگامہ فرو ہوگا سمجھ جائیں گے یا ضرورت پڑی تو پھر کسی موقعہ پر عرض کر دی جائیں گی البتہ اس سارے واقعہ میں بہت سارے لوگوں کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے جو حکمرانوں کی خواہشات کے مطابق بھیس بدل بدل کر ان کا کھیل کھیلتے ہیں اور شاید بدلتے حالات میں حکمرانوں کی ترجیحات تبدیل ہونا شروع ہو گئی ہیں‘ جن کا آغاز یا اظہار آزاد کشمیر کے کسی شہر سے کیا جا چکا ہے۔ ان لوگوں کو اس سانحہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے اپنی اداؤں پہ غور کرنا چاہیے کہیں انہیں یہ نہ کہنا پڑے: نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔

اس سانحہ کا تیسرا کردار یا ذمہ دار ملک کی مذہبی و سیاسی جماعتیں ان کے قائدین خصوصاً وہ لوگ جو پارلیمنٹ کے رکن ہیں اور ان میں سے بھی بالخصوص وہ لوگ جو آخری وقت پر مذاکرات میں شامل تھے اور بظاہر پورے خلوص سے اس قضیہ کو نمٹانے کا ارادہ رکھتے تھے‘ پھر یہ معاملہ حل کیوں نہیں ہوا‘ اس کی دو وجہ ہیں (۱) یا تو وہ لوگ اس قضیہ کی آڑ میں اپنے کچھ ذاتی مفادات مقدم رکھتے ہیں جیسا کہ رپورٹ ہوا کہ بعض شرکاء مذاکرات جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کی حوالگی کا مطالبہ کرتے رہے۔ (۲) یا پھر وہ حکومت کے سٹیج کردہ کسی کارروائی کا نادانستہ حصہ بنے کہ حکومت مذاکرات کی کامیابی چاہتی ہی نہیں تھی‘ یہ ڈھونگ تو اُس نے صرف لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے یا اپنا کیس مضبوط کرنے کے لیے رچایا تھا۔

اور یہ بات تو مذاکراتی ٹیم کے دو اہم ارکان نے بھی کہہ دی ہے چوہدری شجاعت اور وفاقی وزیر اعجاز الحق کہتے ہیں کہ اس سانحہ کے ذمہ دار مذاکراتی ٹیم میں شامل لوگ ہیں‘ کیا یہ دونوں حضرات اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کرتے ہیں؟ لیکن ان سے یہ توقع عبث ہے کہ جو فریقین کے متفقہ معاہدے کو ایوان صدر سے رد کیے جانے پر منہ لٹکائے آ جاتے ہیں اور افسوس اور مایوسی کا اظہار کر کے گہری نیند کے مزے لیتے ہیں‘ جن کو یہ تک توفیق نہ ہوئی کہ وہ کوئی احتجاج کر سکتے یا جناب صدر کو اس کے انجام سے خبردار کرنے اور اس سے پیدا شدہ حالات کی وجہ سے حکومت کو جو مشکلات پیش آ سکتی تھیں‘ ان سے آگاہ کرتے وہ تو اتنی جرات بھی نہ کر سکے کہ وہ مذاکرات کی ناکامی کے اعلان سے ہی انکار کر

دیتے کہ ان کی کچھ خاندانی روایات بھی ہیں' لیکن افسوس کہ اس روشن خیال دور میں خاندانی حیثیت سے جتنا خسارے اور گھاٹے کا سودا چودھری برادران نے کیا ہے' وہ شاید ہی کسی دوسرے کے حصے میں آیا ہو۔ پھر مذاکراتی ٹیم میں علماء میں سے بھی کچھ ایسے تھے جو سرکاری مراعات سے لیس تھے' اب تک ان سے مستفید ہو رہے ہیں' ان سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا کہ وہ سرکاری عہدوں سے مستعفی ہو جاتے' حکومتی مراعات واپس کر دیتے اور خم ٹھونک کر اور سینہ تان کر سرکاری بربریت کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔ ان کے استعفوں سے شاید سرکار کی صحت پر کوئی اثر نہ پڑتا کیونکہ ہم اس معاشرے میں زندگی گزار رہے ہیں' جہاں احتجاج کے ان نرم و نازک طریقوں کی کوئی حیثیت نہیں' لیکن کم از کم وہ سرخرو تو ہو جاتے اور پھر تاریخ ان کے ''احتجاجی استعفے'' کو ظالم' سفاک' کرپٹ اور شرم و حیا سے عاری حکمرانوں اور لیڈروں کے منہ پر طمانچے کے طور پر یاد کرتی ہے۔ اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا۔

قارئین ذی وقار! اس سے بڑھ کر بے شرمی و بے حیائی کیا ہو گی کہ کراچی میں 48 لاشیں گرا کر اُسے عوامی طاقت کا نام دیا گیا اور اسلام آباد میں عورتوں اور بچوں کو خون میں نہلا کر ان کی لاشوں کے چیتھڑے اڑا کر ''ایک کمانڈو'' وکٹری کا نشان بنا رہا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

رہ گئے سیاسی جماعتوں کے لیڈر اور قائدین تو ان کی اپنی مجبوریاں ہیں ''ق'' لیگ المعروف مفاداتی لیگ تو پرویز مشرف کے رجحانات سے اختلاف کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن مغربی طاقتوں کو خوش کرنے کے لیے مسلسل لال مسجد اپریشن کی حمایت میں بیان بازی کر رہی ہیں اور تاخیر کی بناء پر حکومت کو مطعون کرتی رہی ہیں' دوسروں کا کردار بھی کوئی حوصلہ افزاء نہیں۔ لیکن سب سے زیادہ شرمناک اور افسوس ناک کردار مذہبی جماعتوں' خصوصاً مجلس عمل کے قائدین کا رہا ہے' جو اس وقت بھی کہ جب پوری قوم بے چینی کی سولی پہ لٹکی ہوئی تھی اور اضطراب کی کیفیت میں ایک ایک لمحہ ان پر بھاری تھا۔ ان قائدین محترم کو اپنی سیاست کی پڑی ہوئی تھی اور یہ ووٹوں کی جمع و تفریق میں مصروف تھے۔ اب جب کہ اپریشن لال مسجد اپنی تمام تر تلخ حقیقتوں اور یادوں کے ساتھ پرویز مشرف اور اس قبیل کے دوسرے ظالموں کی سفاکی' غیر انسانی رویئے' مفاداتی اقدامات کی کہانی سناتا ہوا تلخ یادیں چھوڑ چکا ہے تو یہ مذہب کے ٹھیکیدار اور شریعت کے علمبردار احتجاج کے نام پر سیاست چمکانے کی کوشش میں ہیں اور مجلس عمل کے مُردے کو آکسیجن کی اُمید رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا شور شرابہ شرمناک اور افسوس ناک ہونے کے ساتھ ساتھ منافقانہ ہونے کی چغلی بھی کھاتا ہے اور یہ اپنے اس گھناؤنے کردار سے متاثرین کے زخموں پہ نمک اور قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش میں ہیں۔ ویسے امریکی صدر بش نے اپنے ہفتہ وار خطاب اور پرویز مشرف نے اخباری مدیران کو بریفنگ میں بہت سی حقیقتوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ اخبارات سے یہ بیانات بار بار پڑھیں اور فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کی حفاظت فرمائے اور راہنماؤں کو ہدایت دے۔ آمین۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆